قادیانیت

منظر اور پس منظر

بلال عبدالحی حسنی ندوی

سید احمد شہید اکیڈمی
دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول

جمادی الاول ۱۴۳۸ھ مطابق فروری ۲۰۱۷ء

نام کتاب	:	قادیانیت ـ منظر اور پس منظر
مصنف	:	بلال عبدالحی حسنی ندوی
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
صفحات	:	۵۶
قیمت	:	Rs. 32/-

باہتمام : محمد نفیس خاں ندوی

ملنے کے پتے :

☆ ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی

☆ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

☆ مکتبۃ الشباب، ندوہ روڈ لکھنؤ ☆ مکتبہ اسلام، گوائن روڈ، لکھنؤ

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات رائے بریلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

مقدمہ ۵
پیش لفظ ۷

ختم نبوت ختم شریعت

.... ۹

قادیانیت۔منظر اور پس منظر

غلام احمد مرزا قادیانی ۱۷
حکیم نورالدین ۲۱
مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ۲۳
دعوائے نبوت ۲۶

مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں ۳۰
حکومت برطانیہ سے خاندانی تعلقات ۳۵
آخری بات ۴۰

فتنۂ قادیان اور مسلمانوں کا فرض منصبی

.... ۴۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی
ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين خاتم النبيين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وعلى من تبعهم باحسان ودعا بدعوتهم الى يوم الدين، أما بعد!

قادیانیت جونئی نبوت کا ایک فتنہ بن کر گذشتہ صدی میں شروع ہوئی تھی، اس فتنہ میں مبتلا موجودہ کچھ لوگوں نے اس فتنہ کو تازہ کرنے کی کوشش کی ہے، جب کہ اس فتنہ کی حقیقت گذشتہ صدی میں واضح ہوکر اس کے کمزور ہوجانے کا ذریعہ بنی تھی، اب غریب دیہاتی اور ناواقف مسلمانوں کو ان کی مالی مدد کرکے اس فتنہ میں مبتلا کیا جارہا ہے، ضرورت ہے کہ اس کا مقابلہ کیا جائے اور اس کی شرانگیزی کو ختم کیا جائے۔

اس سلسلہ میں مختلف لوگوں نے مضمون اور کتابیں لکھی ہیں، اور اس فتنہ کی شر انگیزی واضح کی ہے، انہیں میں عزیزی مولوی سید بلال عبد الحی حسنی ندوی مدیر مرکز الامام ابی الحسن الندوی دار عرفات، نے جو کتابچہ تصنیف کیا ہے وہ پہلے دار عرفات کے سہ ماہی مجلّہ ''تعمیر افکار'' میں مضمون کی صورت میں شائع ہوا تھا، پھر اسے عمومی فائدہ کے لیے دین کی فکر مندی رکھنے والے عالم دین محبّ گرامی مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب زید لطفہ وتوفیقہ نے اپنے ادارہ جامعۃ القاسم سپول (بہار) سے اس موقع پر جب کہ وہ ''تحفظ ختم نبوت'' کے عنوان سے ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کرنے جا رہے تھے شائع کیا تھا، تا کہ ناواقف لوگوں کو خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں نقب لگانے کی جو کوشش ہو رہی ہے، اس سے واقفیت حاصل ہو، اور لوگ اس فتنہ کے شر سے بچیں، اب اس رسالہ کو مزید اضافوں کے ساتھ دار عرفات سے شائع کیا جا رہا ہے، اس کو شائع کرنے والوں کی کوشش قابل قدر ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مصنف وناشر دونوں کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

محمد رابع حسنی ندوی

دائرہ حضرت شاہ علم اللہ

تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ملت اسلامیہ کے لیے مختلف زمانوں میں جو ناسور وجود میں آئے، ان میں ایک قادیانیت بھی ہے، یہ فتنہ قادیان سے کھڑا ہوا، اور دنیا کے مختلف علاقوں کو اس نے اپنی لپیٹ میں لیا، علمائے امت اس کی سرکوبی کے لیے میدان میں آئے، اور دنیا کے سامنے اس کی حقیقت آشکارا کی۔

اس موضوع پر ہر سطح سے کام کیا گیا، خواص کے لیے، عوام کے لیے، انٹلکچول طبقہ کے لیے، اور الحمد للہ اس کے بہتر نتائج سامنے آئے اور لوگ اس سازش سے آگاہ ہوئے جو حقیقت میں انگریزوں نے رچائی تھی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی کے مجدد و مصلح کی حیثیت سے منتخب فرمایا تھا، ان کی علمی وفکری، دعوتی تصنیفات نے عالم اسلام میں ایک انقلاب برپا

کیا، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے امت کو مختلف فتنوں سے آگاہ کیا، فتنۂ قادیانیت پر بھی حضرت نے قلم اٹھایا، اور بڑے سنجیدہ اور ٹھوس اسلوب میں ''قادیانیت–تحلیل وتجزیہ'' کے نام سے کتاب تیار فرمائی۔

چند سال پہلے اس ناچیز کو توفیق ملی کہ اس نے کتاب کو سامنے رکھ کر ایک مفصل مضمون تیار کیا، جو اس وقت ''تعمیر افکار'' کے شمارہ میں شائع ہوا، عرصہ کے بعد مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب مدظلہ نے اس کو رسالہ کی شکل میں شائع کیا، اور اس پر عم مخدوم و معظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کا مقدمہ بھی شامل کیا گیا، یہ رسالہ شائع ہوا۔

عرصہ سے یہ رسالہ ناپید تھا، اب اس کو چند اضافوں کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے، عزیز القدر مولوی محمد ارمغان ندوی سلمہ اللہ دعا اور شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کی تیاری میں مدد کی اور اس کو اشاعت کے قابل بنایا، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اس فتنہ کے سد باب کا ایک ذریعہ بنائے اور اس گنہگار کے لیے مغفرت کا ذریعہ فرمائے۔ آمین

بلال عبدالحی حسنی ندوی
مرکز الامام أبي الحسن الندوي

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ختم نبوت ختم شریعت

دنیائے انسانیت کی عمر جو بھی ہو لیکن اس کا آخری دور اپنی وسعت و آفاقیت، جامعیت و مرکزیت اور اپنے کمال و اعتدال میں اس نقطۂ عروج کو پہنچ چکا ہے کہ اس کے بعد اب کسی نقص کی تکمیل کا کوئی تصور باقی نہیں رہ جاتا ہے، کمال سے اعتدال وجود میں آتا ہے اور اعتدال کے بعد ٹھراؤ پیدا ہوتا ہے، حضرت آدمؑ سے کمال آدمیت کا جو سفر ارتقاء شروع ہوا تھا وہ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ سے ہوتا ہوا نبی آخر زماں سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہو گیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخیر دور میں بذریعہ وحی عالم انسانیت کو خبر دے دی گئی کہ

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدة:۳)

(آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر

اپنی نعمت تمام کردی اور دین کے طور پر تمہارے لیے اسلام
کو پسند کرلیا)

آیت شریفہ کے پہلے دو جملوں میں کمال کی اطلاع دی گئی ہے اور تیسرے جملہ میں اس کے اعتدال اور پھر ٹھراؤ کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے؛ ختم نبوت کمال سلسلہ نبوت ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاء داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ختم نبوت کا بھی اعلان فرمایا ہے اور ختم شریعت کا بھی اور یہ دونوں ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں، شریعت کا مصدر وحی الٰہی ہے جو صرف حضرت انبیاء علیہم السلام پر ہی ہوتی ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، سلسلہ نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کردیا گیا اور اعلان کردیا گیا:

﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (الاحزاب: ٤٠)

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں البتہ وہ اللہ کے رسول اور نبیوں پر مہر ہیں)

اور اس کے بعد ہی تکمیل دین اور اتمام نعمت شریعت کا بھی اعلان

کردیا گیا، یہ ختم نبوت کا لازمہ تھا۔

اس آخری دین وشریعت کی وسعت کا دائرہ زمانی اعتبار سے دیکھا جائے تو قیامت تک کے لیے ہے اور مکانی اعتبار سے دیکھا جائے تو پوری دنیا کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، دنیا کے مختلف انواع کے خاندانوں، قبیلوں، مختلف زمانوں میں پیدا ہونے والے الگ الگ مزاج اور ساخت رکھنے والے انسانوں کے لیے اس شریعت میں ایسی وسعت ہے کہ وہ سب کو اپنے دائرہ میں لے لیتی ہے اور ہر ایک کی رہنمائی کرتی ہے اور اس کو اس کی اپنی اصل منزل تک پہنچاتی ہے، یہ اللہ کا اس آخری امت پر خاص فضل ہے کہ اب اس کو نہ کسی نبی کا انتظار کرنا ہے اور نہ کسی وحی کا اگر کوئی دین وشریعت میں تبدیلی کی بات کرتا ہے یا اس کو یہ دعویٰ ہے کہ اس پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے یا ایسا الہام ہوتا ہے جس میں خطا کا احتمال نہیں تو یہ حقیقت میں ختم نبوت پر ایک حملہ ہے اور نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک بغاوت ہے اور ایسا کرنے والے حقیقت میں اللہ کے اس انعام کے منکر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آخری امت پر فرمایا ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدۃ:۳)

(آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت

تمام کردی اور دین کے طور پر تمہارے لیے اسلام کو پسند کرلیا)

یہ آیت جب آنحضور ﷺ پر نازل ہوئی تو بعض یہودیوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر ایسی آیت ہمارے یہاں اترتی تو ہم اس دن جشن مناتے اور وہ دن ہمارے یہاں عید کا دن ہوتا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس دن وہ آیت نازل ہوئی وہ دوہری عید کا دن تھا، ایک عرفہ کا دوسرے جمعہ کا۔

آنحضور ﷺ پر نبوت کے سلسلہ کا اختتام کا اعلان محض اس کے اختتام ہی کا اعلان نہیں بلکہ اس کے عروج وکمال کی اس انتہاء کا اعلان تھا کہ اس کے بعد مزید کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، اس کی مثال ایک حدیث میں خود آنحضور ﷺ نے دی ہے:

"عن أبي هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال: إن مثلي و مثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتاً فأحسنه و أجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به و يتعجبون له، ويقولون: هلا وضعت هذه اللبنة، قال: فأنا اللبنة، و أنا خاتم النبيين"(١)

(ترجمہ: میری مثال اور مجھ سے قبل انبیاء کی مثال اس شخص

(١)صحيح البخاري:٣٥٣٥

کی طرح ہے جس نے ایک شاندار گھر کی تعمیر کی، پورے گھر کی خوب آرائش وزیبائش کی لیکن ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی،، لوگ اس کا چکر لگانے لگے اور حیرت کرنے لگے، اور کہتے کہ تم نے یہ اینٹ کیوں نہ لگا دی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں، اور میں خاتم النبیین ہوں)

اسلام اب ایک مستقل دین مستقل تہذیب اور ایک ایسے ضابطۂ حیات کی شکل میں موجود ہے جس کی نوک پلک پوری طرح درست کی جا چکی، آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک جامع اور مکمل نمونہ امت کے سامنے پیش فرما دیا ہے کہ زمانہ کتنی ہی ترقی کرتا چلا جائے لیکن ہر موقع اور دور کے لیے اس میں ایسی روشنی موجود ہے جس سے انسان ہمیشہ فائدہ اٹھاتا رہے گا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنے بلیغ اسلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”عقیدۂ ختم نبوت درحقیقت نوع انسانی کے لیے ایک شرف وامتیاز ہے، وہ اس بات کا اعلان ہے کہ نوع انسانی سن بلوغ کو پہنچ گئی ہے، اور اس میں یہ لیاقت پیدا ہوگئی ہے کہ وہ خدا کے آخری پیغام کو قبول کرے، اب انسانی معاشرے کو کسی نئی وحی، کسی نئے آسمانی پیغام کی ضرورت

نہیں، اس عقیدے سے انسان کے اندر خود اعتمادی کی روح پیدا ہوتی ہے، اس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ چکا ہے، اور اب دنیا کو اس سے پیچھے جانے کی ضرورت نہیں، اب دنیا کو نئی وحی کے لیے آسمان کی طرف دیکھنے کے بجائے خدا کی پیدا کی ہوئی طاقتوں سے فائدہ اٹھانے اور خدا کے نازل کیے ہوئے دین و اخلاق کے بنیادی اصولوں پر زندگی کی تنظیم کے لیے زمین کی طرف اور اپنی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے، عقیدۂ ختم نبوت، انسان کو پیچھے کی طرف لے جانے کے بجائے آگے کی طرف لے جاتا ہے، وہ انسان کے سامنے اپنی طاقتوں کو صرف کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے، وہ انسان کو اپنی جدو جہد کا حقیقی میدان اور رخ بتلاتا ہے، اگر ختم نبوت کا عقیدہ نہ ہو تو انسان ہمیشہ تذبذب و بے اعتمادی کے عالم میں رہے گا، وہ ہمیشہ زمین کی طرف دیکھنے کے بجائے آسمان کی طرف دیکھے گا، وہ ہمیشہ اپنے مستقبل کی طرف سے غیر مطمئن اور متشکک رہے گا، اس کو ہر مرتبہ ہر نیا شخص یہ بتلائے گا کہ گلشن انسانیت اور روضۂ آدم ابھی تک نامکمل

تھا، اب وہ برگ و بار سے مکمل ہوا ہے، اور وہ سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ جب اس وقت تک یہ نامکمل رہا تو آئندہ کی کیا ضمانت ہے، اس طرح وہ بجائے اس کی آبیاری اور اس کے پھلوں اور پھولوں سے متمتع ہونے کے نئے باغبان کا منتظر رہے گا، جو اس کو برگ و بار سے مکمل کرے۔"(۱)

ختم نبوت کے عقیدے میں یہ اعلان کردیا کہ شریعت بھی مکمل ہوچکی اب انسان کو از سر نو سوچنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ساری صلاحیتیں اسی رحمت کے سرسبز وشاداب رکھنے میں صرف کی جائیں جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرما چکا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت پر جو احسانات فرمائے ان میں ختم نبوت ہی ایک ایسا تحفہ ہے جو اس امت کی خصوصیت ہے اور امت اس سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتی رہے گی اور یہی اس کے تحفظ وحدت وسالمیت کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو اس کو دوسری امتوں سے ممتاز کرتا ہے۔

(۱) قادیانیت-اسلام اور نبوتِ محمدیؐ کے خلاف ایک بغاوت: ۲۹-۳۱

قادیانیت۔منظر اور پس منظر

زبان نبوت کی شہادت ہے کہ اخیر دور میں فتنے امنڈ امنڈ کر آئیں گے، جس طرح تسبیح کا دھاگہ ٹوٹنے پر اس کے دانے بکھرنے لگتے ہیں، اسی طرح فتنوں کی کثرت ہوگی، ان ہی فتنوں میں ایک بڑا فتنہ قادیانیت بھی ہے، نبی ختمی نبوت مرتبت ﷺ کے بعد بہتوں نے دعوائے نبوت کیا مگر مٹ گئے، تاریخ کے اوراق میں وہ دفن ہو کر رہ گئے، لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار و نظریات نے ایک نئے مذہب کی شکل اختیار کر لی، دنیا کے مختلف علاقوں میں خاص طور پر برصغیر میں اس کو جڑیں مضبوط کرنے کا موقع مل گیا۔ اس کے بظاہر تین بنیادی اسباب نظر آتے ہیں: ایک سبب تو یہ ہے کہ اس کی خرافات وہفوات کو فلسفہ کی شکل دے دی گئی، حکیم نورالدین جیسا معقولی آدمی اس مذہب کو مل گیا، جس نے مرزا صاحب کے کج مج خیالات کو علم وفلسفہ بنا دیا، دوسرا سبب جس کی وجہ سے اس

مذہب کو جڑ پکڑنے کا موقع ملا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کے دعوے میں جلدی نہیں کی بلکہ دعووں میں تدریجی مراحل اختیار کیے، پہلے مرحلہ میں مجدد ہونے کا دعوی کیا، دوسرے مرحلہ میں مسیح اور مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا، تیسرے مرحلہ میں نبوت کا دعوی کیا، اس کے نتیجہ میں ان کو زمین ہموار کرنے کا موقع مل گیا اور ایک طاقت ان کے ساتھ ہوگئی۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ اس مذہب کو جو اسلام کے بالکل متوازی ایک مستقل دین کی شکل میں پیش کیا گیا تھا، برطانیہ کی پیشوائی حاصل ہوگئی، جو اس وقت آدھی دنیا پر حکمرانی کر رہا تھا، پھر پیشوائی کا سلسلہ برطانیہ ہی تک محدود نہ رہا بلکہ تمام اسلام دشمن بڑی طاقتوں نے اس فتنہ کو بڑھاوا دیا اور آج بھی ان طاقتوں کی طرف سے مستقل اس کی مدد کا سلسلہ جاری ہے،
ذیل میں ان اسباب کو قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

غلام احمد مرزا قادیانی

مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۹ء میں ضلع گرداسپور کے قصبہ (قادیان) میں ہوئی، ان کا خاندان زمینداروں کا تھا لیکن مرزا صاحب کی پیدائش کے وقت وہ زمیندارانہ ٹھاٹ باٹ ختم ہو چکے تھے، اکثر علاقوں پر سکھ قابض تھے، ان سے مقدمہ بازی کا سلسلہ جاری تھا، خود ان کا خاصا وقت ان مقدمہ بازیوں میں صرف ہوا، درمیان میں انھوں نے سیالکوٹ

میں ڈپٹی کمشنر کچہری میں ایک معمولی ملازمت کی، اسی زمانہ میں مختاری کا امتحان دیا لیکن ناکام ہوئے، بچپن ہی سے ان کو کچھ مراق کی بیماری تھی، جوتے چپل میں الٹے سیدھے کی تمیز نہیں کر پاتے تھے اور نہ گھڑی دیکھ سکتے تھے، جب وقت دیکھنا ہوتا تو گھڑی نکال کر عدد سے گن گن کر وقت کا پتہ لگاتے تھے۔(۱) جوانی میں ہسٹریا کی شکایت ہوتی تھی، بار بار پیشاب آنے کی وجہ سے اکثر جیب میں ڈھیلے رکھتے تھے، شیرینی سے غیر معمولی رغبت کی بنا پر گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔(۲) اور کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا کہ وہ ایک کی جگہ دوسری چیز استعمال کر لیتے۔

مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی بڑی تنگی میں گزری، لیکن جب ان کی تحریک کو وسعت حاصل ہوئی اور مرفہ الحال لوگوں کا ایک طبقہ ان کا گرویدہ ہوا تو وہ امیرانہ زندگی گزارنے لگے، خود لکھتے ہیں:

> ”مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہیں تھی کہ دس روپیہ ماہوار آئیں گے مگر اس خدا نے میری ایسی دستگیری کی کہ اب تک تین لاکھ روپیہ ہو چکا ہے، اور شاید اس سے زیادہ ہو“۔(۳)

(۱) قادیانیت تحلیل و تجزیہ:۲۲ (از: حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ) بحوالہ سیرۃ المہدی:۱/ ۱۸۰ (۲) قادیانیت تحلیل و تجزیہ:۲۲ بحوالہ براھین احمدیہ:۱/ ۱۸۰ (۳) قادیانیت:۲۴ بحوالہ: حقیقۃ الوحی: ۲۱۱

۱۸۷۹ء سے انھوں نے نئی دنیا میں قدم رکھا اور براہین احمدیہ کے نام سے ایک تصنیف شروع کی، یہیں سے ان کی زندگی میں دعووں کا سلسلہ شروع ہوا، انھوں نے کتاب میں تین سو دلیلیں پیش کرنے کی ذمہ داری لی تھی اور پچاس جلدوں میں کتاب مکمل کرنے کا ارادہ کیا تھا، اس کے لیے انھوں نے ملک کے دوسرے اہل علم اور اہل نظر حضرات سے بھی درخواست کی کہ وہ اپنے مضامین بھیجیں تاکہ کتاب کی تصنیف میں ان سے مدد لی جاسکے، متعدد لوگوں نے اس سلسلہ میں ان کی مدد بھی کی جن میں خاص طور پر مولوی چراغ علی صاحب کی تحقیقات کو انھوں نے شامل کتاب بھی کیا، چار سالوں میں اس کے چار حصے شائع ہوئے، انھوں نے کتاب کا بڑا اشتہار کیا اور بڑی تعداد میں لوگوں سے کتاب کی قیمت بھی وصول کرلی، لیکن اس کی تکمیل پچیس سال کے بعد ہوسکی، اس کا پانچواں حصہ ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا، اس عرصہ میں کتنے وہ لوگ جنھوں نے کتاب کی پوری قیمت جمع کردی تھی وہ انتقال کرگئے، انھوں نے مقدمہ میں اس کی معذرت بھی پیش کی ہے، مزید وہ اس میں لکھتے ہیں کہ

> "میں نے تین سو دلائل پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا، سو وہ ترک کردیا، اسی طرح پہلے پچاس حصوں میں اس کو شائع کرنے کا ارادہ تھا لیکن اب صرف پانچ حصوں پر اکتفا

کریں گے، اس کی تاویل بھی انھوں نے خوب کی ہے"
چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق
ہے اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہوگیا"۔(۱)

اس کتاب کی پہلی طباعت کے موقع پر جو چار حصوں پر مشتمل تھی انھوں نے بڑی تعداد میں ایک اشتہار بھی شائع کیا تھا، جس میں انھوں نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے کو مثیل مسیح بتایا ہے، براہین احمدیہ کے حصہ اول میں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے، یہ ان کے دعوائے نبوت کی پہلی سیڑھی تھی؛ اصحاب بصیرت علماء کو اسی وقت احساس ہوگیا تھا۔

اس کتاب میں انہوں نے دعوائے نبوت کا پہلا راستہ ہموار کیا ہے اور برملا الہام اور مکالمات خداوندی کا اظہار جا بجا کیا ہے، اور اس الہام کو یقینی اور قطعی قرار دے کر اپنے آپ کو مثیل انبیاء بتایا ہے، کتاب میں انھوں نے الہامات کی عبارتیں بھی نقل کی ہیں، جو بعض تو مختلف آیات و احادیث کے ٹکڑوں کو جوڑ کر بنائی گئی ہیں، جس کے درمیان میں خود ان کی عربی عبارتیں ہیں جو خالص ہندوستانی عربی کا نمونہ ہیں اور اس میں ایسی فاش غلطیاں ہیں کہ عربی کا ایک طالب علم بھی ان کو سمجھ سکتا ہے، کچھ الہامات انگریزی میں بھی ہیں، کتاب میں چونکہ ان باتوں کو بین السطور میں پیش

(۱) قادیانیت:۴۴ بحوالہ دیباچہ حصہ پنجم براهین احمدیه:۷

کیا گیا ہے اور اس کا اصل موضوع دوسرے مذاہب کی تردید ہے اور اس میں دفاعی اسلوب کے بجائے اقدامی اسلوب ہے اس لیے کتاب کی شروع میں بہت سے علمی و دینی حلقوں میں پذیرائی ہوئی، اور اس نے ان کو گوشہ گمنامی سے نکال کر شہرت و احترام کے منظر عام پر کھڑا کر دیا۔

۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور میں انھوں نے آریہ سماجیوں سے مناظرہ کیا، جس کو انھوں نے باقاعدہ کتابی شکل میں ترتیب دیا، اس میں انھوں نے معجزات انبیاء کی پرزور وکالت کی ہے اور ایمان بالغیب کی اہمیت واضح کی ہے، اس کتاب کی بھی اپنے موضوع کے لحاظ سے بڑی پذیرائی ہوئی، ان دونوں کتابوں کے بعد سے ان کی ادعائی کیفیت میں اضافہ ہو گیا، اور ان کو یہ احساس ہونے لگا کہ وہ اپنی بات لوگوں کے سامنے ثابت کر سکتے ہیں، اور ان کے اندر پوری طرح مناظرانہ و متکلمانہ صلاحیت موجود ہے، یہیں سے ان کا رخ باقاعدہ دوسری طرف مڑ گیا، اسی دوران ان کی ملاقات حکیم نورالدین سے ہوئی، جو جلد ہی ان کے ہمدم و ہمراز بن گئے مرزا صاحب کی آگے کی زندگی میں ان کے مشوروں کا بہت دخل ہے۔

حکیم نورالدین

حکیم نورالدین ۱۸۴۱ء میں ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں (بھیرہ) میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں اپنے علاقے ہی میں پڑھیں، پھر لاہور و

بھوپال جا کر مزید تعلیم حاصل کی، بھوپال میں انھوں نے مولانا مفتی عبد القیوم صاحب سے بخاری اور ہدایہ پڑھی، مزاج میں تیزی اور آزادی شروع ہی سے تھی، اپنی رائے پر اصرار اور فہم پر اعتماد ان کی باتوں سے جھلکتا تھا، اساتذہ سے بے باکی کے ساتھ گفتگو کرتے تھے، اس لیے چلتے وقت انھوں نے مفتی عبد القیوم سے وصیت کی فرمائش کی تو انھوں نے فرمایا "خدا نہ بننا اور رسول نہ بننا" پھر خود ہی اس کی تشریح فرمائی کہ "خدا نہ بننے سے مراد یہ ہے کہ اگر تمہاری کوئی خواہش پوری نہ ہو تو تم کبیدہ خاطر نہ ہونا اس لیے کہ فعال لما یرید خدا ہی کی صفت ہے اور اگر کوئی تمہارا فتوی نہ مانے تو اس کو جہنمی نہ سمجھنا اس لیے کہ یہ رسول ہی کی صفت ہے کہ اس کی نافرمانی سے لوگ جہنم میں جائیں گے"، بھوپال سے وہ مکہ مکرمہ گئے اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور دوسرے بڑے علماء سے کتابیں پڑھیں، حضرت شاہ عبد الغنی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے، لیکن خود رائی کا جو مزاج تھا وہ ہر جگہ حاوی رہا، حجاز سے واپسی کے بعد مختلف علاقوں میں قیام رہا، لوگوں سے مباحثہ و مناظرہ سے ان کو اپنے تبحر علمی کا احساس ہو گیا تھا۔

کچھ عرصہ اپنے وطن بھیرہ میں مطب کیا، پھر مہاراجہ جموں کی دعوت پر جموں گئے، وہیں قیام کے دوران مرزا صاحب سے تعارف ہوا، پھر دونوں میں مزاجی ہم آہنگی کی وجہ سے یہ بہت جلد دوستی میں تبدیل

ہو گیا، دونوں ایک دوسرے کے ہمدم وہمراز بن گئے، آہستہ آہستہ حکیم نورالدین مرزا صاحب کے عقیدت مند ہوتے چلے گئے، بالآخران ہی کو اپنا مرشد ورہبر تسلیم کرلیا، اور ہر چیز سے دستبردار ہوکر قادیان میں آکر پڑ گئے، عقیدت میں ایسا غلو ہوا کہ وہ خود مرزا صاحب کے بارے میں کہتے ہیں:

> ''میرا تو ایمان ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود صاحب شریعت ہونے کا دعوی کریں اور قرآنی شریعت کومنسوخ قرار دیں تو مجھے انکار نہ ہو''۔(۱)

مسیح موعود ہونے کا دعوی

یہ اس زمانہ کی بات ہے جب مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا، اسی میں آگے کے اشارات موجود ہیں، یہ سب کچھ ترتیب کے ساتھ ہوتا رہا، اور اس میں حکیم نورالدین کے مشوروں کی خاص اہمیت ہوتی تھی ، ۱۸۹۰ء تک مرزا صاحب نے صرف مجدد وماموُر من اللہ اور مثیل انبیاء ہونے کا دعوی کیا تھا لیکن ۱۸۹۱ء میں انھوں نے حکیم صاحب کے مشورہ سے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا، وہ خود حکیم نورالدین کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

(۱) قادیانیت صفحہ ۳۲ بحوالہ سیرۃ المہدی ص ۹۸

""اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح
ہونے کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں حرج کیا ہے"(۱)

اس کے بعد انھوں نے ""فتح اسلام"" ""توضیح مرام"" اور ""ازالہ اوہام"" تالیف کی جو اسی سنہ کی ہیں اور ان میں انھوں نے صراحت کے ساتھ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جس میں یہاں تک لکھ دیا گیا ہے کہ

""میں آسمان سے اترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو
میرے دائیں بائیں تھے۔"(۲)

مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تو آسان تھا وہ مرزا صاحب نے کر دیا، حکیم نورالدین چونکہ احادیث وروایات پر نظر رکھتے تھے اس لیے انھوں نے مرزا صاحب کو متوجہ کیا کہ احادیث کی روسے اس میں کیا کیا اشکالات وارد ہوسکتے ہیں اور ان کو حل کرنا ضروری ہے، ان میں تین بنیادی اشکالات تھے: ایک مسئلہ تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کی جگہ دمشق کو بتایا گیا ہے، قادیان اور دمشق میں ہزاروں میل کا فاصلہ ہے، دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ حدیث میں حضرت عیسیٰ کے نزول کی کیفیت میں یہ بھی بیان ملتا ہے کہ ان پر دو زرد چادریں ہوں گی، تیسرا اہم مسئلہ دمشق کے منارہ کا تھا جس

(۱) قادیانیت: ۵۷ بحوالہ مکتوبات احمدیہ: ۵/۸۵
(۲) قادیانیت: ۶۲ بحوالہ فتح اسلام حاشیہ صفحہ ۹

پر حضرت عیسیٰ کا نزول ہوگا، خود مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

"یہ عاجز ابھی اس بات کی تفتیش کی طرف متوجہ نہیں ہوا کہ معنی کیا ہیں"۔(۱)

پھر خود ہی اس کی تاویل کر ڈالی کہ

"دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے"۔(۲)

پھر اس کی ایسی تشریح کی کہ کوئی سلیم الطبع انسان اس کو قبول نہیں کر سکتا، دو زرد چادروں کی تفسیر انھوں نے اپنے دو قسم کے امراض سے کی، دمشق کے منارۂ مشرقی کی تاویل کرنے کے بجائے انھوں نے مناسب سمجھا کہ قادیان کے مشرقی حصہ میں وہ منارہ تعمیر کر دیا جائے، اس کے لیے انھوں نے چندہ شروع کر دیا اور بنیاد بھی رکھ دی لیکن یہ ان کی قسمت میں نہیں تھا، اس کی تکمیل ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے کی۔

اس کے علاوہ نزول مسیح سے متعلق روایات میں جو کچھ بھی تفصیلات ملتی ہیں ان میں ہر ممکن، ناممکن تاویل کر لی، اور جب وہ بھی بس سے باہر ہوا تو دل کی بھڑاس نکالی، ایک جگہ حدیث کے ایک ٹکڑے "ویقتل

(۱) قادیانیت: ۶۳ بحوالہ ازالہ اوہام: ۳۲

(۲) قادیانیت: ۶۵ بحوالہ ازالہ اوہام: ۳۴

الخنزیر" کے عام فہم معنی پر تعریض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کیا حضرت مسیح کا زمین پر اترنے کے بعد عمدہ کام یہی ہوگا کہ وہ خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے اور بہت سے ان کے ساتھ ہوں گے، اگر یہی سچ ہے تو پھر سکھوں، چماروں، سانسوں اور گنڈیلوں وغیرہ کو جو خنزیر کے شکار کو دوست رکھتے ہیں خوش خبری کی جگہ ہے کہ ان کی خوب بن آئے گی"۔

دعوائے نبوت

مرزا صاحب نے مجدد اور مامور من اللہ ہونے کے دعوے سے اپنے مشن کا آغاز کیا تھا جو مسیح موعود تک پہنچ چکا تھا، صرف ایک درجہ باقی تھا جس کے لیے یہ ساری تمہید اختیار کی گئی تھی تا کہ لوگوں کو اس کے قبول کرنے میں دشواری نہ ہو، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی مشہور کتاب "قادیانیت" میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مرزا صاحب کی تصنیفات کا غیر جانبدارانہ مگر ناقدانہ مطالعہ کرنے سے پڑھنے والے کو یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ ان کے اعلانات اور دعاوی کے تدریجی منازل ایک مرتب اسکیم اور خاکے کے ماتحت ہیں اور انھوں نے ان منزلوں کو طے

(1) قادیانیت: ۶۸ بحوالہ ازالہ اوہام: ۲۱

کرنے اور ان کا اعلان کرنے میں بڑے صبر و تحمل اور احتیاط سے کام لیا، وہ الہام، علم باطنی، اور علم یقینی کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباعِ کامل کا لازمی نتیجہ اور ایک قدرتی منزل قرار دیتے ہیں، جو فنائیت فی الرسول کے بعد لازمی طور پر پیش آتی ہے، وہ نبوت اور نبی کا لفظ صاف صاف زبان سے کہے بغیر صفات نبوت اور خصائص نبوت پر گفتگو کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ صفات افراد امت اور کملائے امت کو بطریق تبعیت و وساطت حاصل ہوتی ہیں، اس منطق اور ان مقدمات کا طبعی نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ ایک دن مرزا صاحب نبوت کا دعویٰ کر دیں اور اس کی اپنی زبان سے تصریح کر دیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے لیے مناسب ماحول اور مناسب تقاریب کا انتظار کر رہے تھے، وہ اس کا اطمینان کر لینا چاہتے تھے کہ کیا لوگوں کی عقیدت اور ان کا جذبۂ اطاعت اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ وہ ان کے دوسرے دعاوی کی طرح اس کو بھی قبول کر لیں گے؟

بالآخر یہ واقعہ پیش آ گیا، یہ ۱۹۰۰ء کی بات ہے، مولوی عبد الکریم صاحب نے جو جمعہ کے خطیب تھے ایک خطبۂ جمعہ پڑھا جس میں مرزا صاحب کے لیے نبی اور رسول کے الفاظ

استعمال کیے، اس خطبہ کو سن کر مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی نے بہت پیچ تاب کھائے، جب یہ بات مولوی عبدالکریم صاحب کو معلوم ہوئی تو پھر انھوں نے ایک خطبہ پڑھا اور اس میں مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں غلطی کرتا ہوں تو حضور مجھے بتلائیں، میں حضور کو نبی اور رسول مانتا ہوں، جب جمعہ ہو چکا اور مرزا صاحب جانے لگے تو مولوی صاحب نے پیچھے سے مرزا صاحب کا کپڑا پکڑ لیا اور درخواست کی کہ اگر میرے اس اعتقاد میں غلطی ہو تو حضور درست فرمائیں، مرزا صاحب مڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: مولوی صاحب! ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا، یہ خطبہ سن کر مولوی محمد احسن صاحب غصہ میں بھرے واپس آئے اور مسجد کے اوپر ٹہلنے لگے، جب مولوی عبدالکریم صاحب واپس آئے تو مولوی محمد احسن صاحب ان سے لڑنے لگے، آواز بہت بلند ہو گئی تو مرزا صاحب مکان سے نکلے، اور یہ آیت پڑھی: (۱)

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ﴾ (الحجرات: ۲)

(۱) قادیانیت: ۷۵-۷۶

دعویٰ نبوت کے بعد اس میں مزید تدریج وارتقاء کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ ان کی عبارتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام انبیاء سے افضل قرار دینے لگے تھے، لیکن چونکہ یہ سب کچھ تدریجی طور پر اور بظاہر منظم اسکیم کے طور پر ہوا اس لیے قبول کرنے والوں کی ایک تعداد اس کے ساتھ ہوگئی، انھوں نے دعووں کا آغاز بھی اسی وقت کیا تھا جب ان کو اپنی شہرت ومقبولیت کا اندازہ ہونے لگا، اور جیسے جیسے وہ یہ اندازہ کرتے جاتے کہ اب ماننے والوں کی عقیدت اس سے آگے کی متحمل ہوگئی وہ فوراً مزید نیا دعوی کرتے جاتے، یہاں تک کہ انھوں نے وہ آخری دعوی بھی کرڈالا جس کا اندازہ اہل بصیرت کو براہین احمدیہ سے ہونے لگا تھا۔

اس مذہب کے جڑ پکڑنے اور پھیلنے کی یہ ایک اہم وجہ ہے، ورنہ پہلے جن لوگوں نے بھی پہلے ہی مرحلہ میں نبوت کا دعویٰ کیا، وہ فوراً پہچان لیے گیے، اس کی نوبت ہی نہیں آسکی کہ اس کے بارے میں کچھ غور وفکر کیا جائے، صرف مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک بڑی جماعت اکٹھا ہوئی تھی، اس کی وجہ خاندانی عصبیت تھی لیکن جلد ہی اس کا قلع قمع کردیا گیا اور آج دنیا اس کو جانتی بھی ہے تو کذاب کے لقب سے۔

مرزا صاحب نے جس طرح تدریجی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا اسی طرح اس کے مبلغین بھی اس کی اشاعت میں تدریجی مراحل اختیار

کرتے ہیں، عام طور پر وہ مسلمانوں کے کوردہ علاقوں کا انتخاب کرتے ہیں جہاں لوگ بالکل دین سے ناواقف اور خستہ حال ہوں، وہاں جا کر پہلے مرحلہ میں مالی مدد کرتے ہیں، کہیں سے یہ بات ظاہر نہیں ہونے دیتے کہ ان کا تعلق قادیانی یا مرزائی جماعت سے ہے، بچوں کو تعلیم دینے کے بہانے سے وہ وہاں زمین بناتے ہیں اور جب لوگ اچھی طرح سے مانوس ہوجاتے ہیں تو وہ لوگوں کو قادیان جانے پر لالچ دے کر آمادہ کرتے ہیں، اس وقت بھی ان کو یہ نہیں بتاتے کہ وہاں کوئی مدعی نبوت پیدا ہوا، بلکہ ایک بزرگ کی حیثیت سے اس کو پیش کرتے ہیں، جو لوگ قادیان اور اس کی تاریخ سے واقف نہیں وہ اس کا شکار ہوجاتے ہیں، اس کے بعد بھی ان کی بڑی تعداد کو جب حقیقت کا علم ہوتا ہے تو وہ اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں

مرزا صاحب نے متعدد مواقع پر اندازہ کرکے بہت سی پیشین گوئیاں بھی فرمائیں، عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اندازہ سے کہنے والوں کی بھی دس باتوں میں سے پانچ باتیں صحیح ہوجاتی ہیں، مگر خدائے حکیم وخبیر کا فیصلہ کہ ان کے اندازے بالکل درست نہ ہوسکے، پھر تاویل در تاویل کرنے کے باوجود بھی بات نہ بن سکی، یہاں پر اس کی صرف دو مثالیں

نمونے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں:

جب مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو علماء اسلام نے ان کی تردید ومخالفت شروع کی، ان علماء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نمایاں تھے، مرزا صاحب نے ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار جاری کیا جس میں مولانا کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:

"اگر میں ایسا ہی کذاب ومفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت وحسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا بہتر ہے تا کہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے، پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہے یعنی طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی

میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔"(۱)

خدا کا کرنا کہ اس اشتہار کے ایک سال کے بعد ۲۵؍مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ ہی کی بیماری میں مرزا صاحب فوت ہوگئے، خود مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب صاحب کا بیان ہے:

"حضرت مرزا صاحب جس رات کو بیمار ہوئے پہلی رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا، جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا، جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے خطاب کر کے فرمایا: میر صاحب! مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا ہے" اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی یہاں تک کہ دوسرے دن دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔"(۲)

مولانا ثناء اللہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے عمر طویل عطا فرمائی، انھوں نے مرزا صاحب کے انتقال کے پورے چالیس سال بعد ۱۵؍مارچ ۱۹۴۸ء اسّی برس کی عمر میں وفات پائی۔

دوسری پیشین گوئی جو ہزار کوشش کے باوجود بھی پوری نہ ہوسکی وہ

(۱) قادیانیت: ۲۵-۲۶ بحوالہ تبلیغ رسالت: ۱۰/۱۲۰

(۲) قادیانیت: ۲۶ بحوالہ حیات ناصر مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی

محمدی بیگم سے نکاح کا مسئلہ تھا جس کو انھوں نے اپنی عزت کا مسئلہ بنالیا تھا اور اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دیا تھا۔

محمدی بیگم مرزا صاحب کے ایک رشتہ دار مرزا احمد بیگ کی صاحبزادی تھیں، مرزا صاحب نے ان سے شادی کا پیغام دیا، اور ساتھ ساتھ یہ وضاحت بھی کردی کہ یہ حکم ربانی ہے، ان کو جب یہ شبہ ہوا کہ رشتہ شاید منظور نہ ہو تو انھوں نے ڈرانے دھمکانے سے کام لیا، ۱۰ رجولائی ۱۸۸۸ء کے ایک اشتہار میں انھوں نے اعلان کردیا:

"اگر نکاح سے انحراف کیا گیا تو اس لڑکی کا انجام برا ہوگا اور جس کسی دوسرے کے ساتھ بیاہی جائیں گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہوجائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔" (۱)

ان اشتہارات کا بڑا چرچا ہوا، اور یہ چیز مرزا صاحب کی عزت وذلت کا معیار بن گئی، خود وہ اس پیشین گوئی کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ خیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیشین گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان

(۱) قادیانیت: ۱۲۶ بحوالہ آئینہ کمالات اسلام: ۲۸۶

نہیں ہوسکتا۔"(۱)

اس کے لیے انھوں نے ہر قسم کا حربہ استعمال کیا، طرح طرح کے سبز باغ دکھائے، وعدے وعید کیے، اپنی تہائی جائداد منکوحہ کے نام کر دینے کا اظہار کیا، یہاں تک انھوں نے اعلان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اس کو میرے نکاح میں دے دیا ہے، لیکن مرزا احمد صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے اور انھوں نے اپنے ایک عزیز مرزا سلطان احمد صاحب سے ان کا نکاح کر دیا، اس کے بعد بھی مرزا صاحب مایوس نہیں ہوئے اور ان کے اشتہارات کا سلسلہ جاری رہا، انھوں نے پھر اعلان کیا کہ

"عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی، امید یقین کامل ہے، خدا کی باتیں ہیں، ٹلتی نہیں، ہوکر رہیں گی۔"(۲)

مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا کہ

"اگر عورت کا نکاح ہوا تو روزِ نکاح سے اڑھائی سال بعد اس کا شوہر مر جائے گا، وہ مدت بھی گزر گئی، دونوں خوشگوار زندگی گزار رہے تھے، تو مرزا صاحب نے اس کو تقدیر معلق

(۱) قادیانیت:۱۲۸ بحوالہ آئینہ کمالات اسلام:۲۸۸

(۲) قادیانیت:۱۳۶ بحوالہ اخبار الحکم ۱۰ راگست ۱۹۰۱ء

پر محول کردیا اور اعلان کیا کہ میری زندگی میں یہ پیشین گوئی
ضرور پوری ہوگی اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری
نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔"(۱)

مرزا سلطان احمد کی زندگی میں اللہ نے برکت دی، مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوگئے لیکن مرزا سلطان احمد صاحب اس کے بعد عرصہ تک زندہ رہے، اور یہ نکاح جو بقول ان کے آسمان پر ہو چکا تھا زمین پر نہ ہوسکا۔

حکومت برطانیہ سے خاندانی تعلقات:

قادیانیت کے فروغ کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ مرزا صاحب اور ان کے خاندان کو شروع سے حکومت برطانیہ کی سرپرستی حاصل تھی، وہ اس کے حکومت کے بڑے وفادار اور اس کے لیے بڑی قربانیاں دینے کے لیے تیار تھے، وہ خود لکھتے ہیں:

"میں ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے، میرا والد غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا، ۱۸۵۷ء میں انھوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریز کو مدد دی تھی۔"(۲)

(۱) قادیانیت بحوالہ انجام آتھم صفحہ ۳۱ حاشیہ
(۲) قادیانیت صفحہ ۱۹ بحوالہ کتاب البر: ۱۴۳-۱۴۴

مرزا صاحب اس حکومت کو "سایۂ الہیہ" اور "دولت دین پناہ" سمجھتے تھے اسی لیے وہ ان کے خلاف جہاد کو درست نہیں سمجھتے تھے، وہ دل سے اس کی خیر خواہی کرتے تھے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی پابندی حمایت میں گزرا ہے، اور میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں" (۱)

وہ حکومت برطانیہ کی اطاعت کو دین کا ایک اہم حصہ قرار دیتے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں: ایک یہ کہ خدائے تعالیٰ کی اطاعت کرے، دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سائے میں پناہ دی ہو، سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔" (۲)

حکومت کے سامنے وہ اپنی اس وفاداری کا بار بار دم بھی بھرتے

(۱) قادیانیت: ۱۱۰ بحوالہ تریاق القلوب: ۱۵
(۲) قادیانیت: ۱۱۰ بحوالہ شہادۃ القرآن

ہیں تاکہ اس کے منافع ان کو حاصل ہوتے رہیں، ایک درخواست میں جو لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو پیش کی گئی ہے لکھتے ہیں:

''میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دور کروں'' (۱)

ایک جگہ اپنی خدمت گزاری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک نیز دوسرے بلاد اسلام میں اس مضمون کے شائع کیے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے لہذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے'' (۲)

آگے بڑے فخر کے ساتھ لکھتے ہیں:

(۱) قادیانیت: ۱۱۰-۱۱۱ بحوالہ تبلیغ رسالت: ۷/ ۱۰

(۲) قادیانیت: ۱۱۱ بحوالہ ستارہ قیصرہ: ۳

”فلی أن ادعی التفرد فی هذه الخدمات، ولی أن أقول اننی وحید فی هذه التائیدات ولی أنأقول انی حرز وحصنحافظ من الآفات، وبشرنی ربی وقال ما کان اللّٰہلیعذبهم وانت فیهم فلیس للدولة نظیری ومثیلی فی نصری وعونی وستعلم الدولة ان کانت من المتوسمین“

(مجھے حق ہے کہ میں دعویٰ کروں کہ میں ان خدمات میں منفرد ہوں اور مجھے حق ہے کہ میں یہ کہوں کہ میں اس حکومت کے لیے تعویذ اور ایسا قلعہ ہوں جو اس کو آفات ومصائب سے محفوظ رکھنے والا ہے اور میرے رب نے مجھے بشارت دی اور فرمایا کہ اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک تم ان میں ہو پس حقیقتاً اس حکومت کے پاس میرا کوئی ہمسر اور نصرت وتائید میں میرا کوئی مثیل نہیں، اگر خدا نے اس حکومت کو نگاہ اور مردم شناسی عطا کی ہے تو وہ اس کی تصدیق کرے گی)(۱)

جو درخواست انھوں نے لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو بھیجی تھی اس میں وہ آگے لکھتے ہیں:

(۱) قادیانیت:۱۱۳-۱۱۴ بحوالہ نورالحق:۳۴

"یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال متواتر تجربے سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کرچکی اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کی خیر خواہ اور خدمت گزار ہے اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم واحتیاط اور تحقیق وتوجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔" (۱)

آخری درجہ کی بات یہ ہے کہ انھوں نے پادریوں سے مناظروں میں جو جوش وجذبہ دکھایا ہے اس کی وجہ بھی یہی لکھی ہے کہ پرچہ "نور افشاں" میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے، نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں، اوران مؤلفین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کیے تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں میں جو ایک

(۱) قادیانیت: ۱۱۴ بحوالہ تبلیغ رسالت جلد: ۱۹

جوش رکھنے والی قوم ہے، ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو، تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لیے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تا سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو۔(۱)

انگریزوں نے ان کی اس وفاداری کا صلہ پہلے بھی دیا تھا، اور آج یہ ان کا خود کاشتہ پودا برطانیہ ہی میں "برگ وبار" لانے کی کوشش میں مصروف ہے، ہند و پاکستان میں جب ان کو کہیں پناہ نہ ملی تو انھوں نے برطانیہ کی گود میں پناہ لی۔

آخری بات

موجودہ دور میں اسلام دشمن طاقتوں کی حکمت عملی یہ ہے کہ وہ اسلام کا نام لینے والوں میں جو باطل فرقے ہیں ان کو ہر طرح سے بڑھاوا دے رہی ہیں تا کہ ایک طرف انتشار کی فضا پیدا ہو اور دوسری اہل حق حق سے ہٹتے چلے جائیں اور ان کی طاقت کمزور ہوتی چلی جائے، اس وقت پیچھے سے نئے نئے فرقے پیدا کرنے کی کوشش بھی جاری ہیں،

(۱) قادیانیت: ۱۱۵-۱۱۶ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۳۔ منسلکہ کتاب تریاق القلوب: ۳۱ بعنوان "حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست"

اور موجودہ فرقوں کو ہر طرح سے طاقت پہنچائی جارہی ہے، ان فرقوں میں قادیانیت سرفہرست ہے، عیسائی مشنری کی طرح یہ فرقہ بھی اس وقت ہندوستان میں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں سرگرم عمل ہے، اور اس کے لیے ہر طرح کے وسائل اختیار کیے جارہے ہیں اور بے دریغ روپیہ خرچ کیا جارہا ہے، عام طور پر یہ لوگ ایسے علاقوں کا انتخاب کرتے ہیں جہاں مسلمان جہالت میں مبتلا ہوں، غربت کے مارے ہوں، وہاں پہنچ کر ان کی مالی امداد کے ذریعہ ان کے قریب ہوتے ہیں، تعلیم کے نام پر وہاں قیام کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ ورغلا کر ان کو اپنے مذہب میں لانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے ہزاروں کارکن مختلف علاقوں میں پھیلے ہوتے ہیں جن کو بڑی تنخواہیں دیکر قادیانیت کے فرقہ کے لیے استعمال کیا جارہا ہے، اہل علم و اہل فکر کو اس کی طرف توجہ کرنے کی خاص ضرورت ہے تاکہ نبوت محمدی علی صاحبها الصلوۃ و السلام کے ان باغیوں کا اصل چہرہ مسلمانوں کے سامنے بھی آسکے۔

اہل علم و اہل فکر اور دانشور طبقہ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کوردہ علاقوں کی فکر کریں اور کم از کم وہاں دینی مکاتب کے قیام کو ضروری سمجھیں تاکہ ان کا ایمان و عقیدہ محفوظ رہے، اور وہ اپنے اسلامی تشخص کے ساتھ قائم رہ سکیں اور کوئی آکر ان کو ان کے صحیح راستہ سے ہٹا نہ سکے۔

فتنۂ قادیان اور مسلمانوں کا فرض منصبی

الحمد للّٰہ نحمده و نستعينه ونستغفره ونتوكل عليه ونعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده اللّٰه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له، ونشهد أن لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له ونشهد أن سيدنا ونبينا ومولانا محمدا عبده و رسوله، صلى اللّٰه عليه وعلى آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا، أما بعد، فأعوذ باللّٰه من الشيطن الرجيم، بسم اللّٰه الرحمن الرحيم: ﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ وقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: "أنا خاتم النبيين لا نبي بعدى" أو كما قال عليه الصلاة والسلام.

حضرات علمائے کرام، معزز سامعین!

جو فتنہ قادیان سے اٹھا، اور آج دنیا کے بہت سے علاقوں میں اس

کی گونج سنائی دیتی ہے، اس میں واقعہ یہ ہے کہ ہماری غفلت کو دخل ہے، جب فتنہ اٹھا تھا، اگر اس کی تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو بظاہر وہ پاگلوں کی ایک بڑ معلوم ہوتی ہے، اور اگر غلام احمد قادیانی کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو ایک دیوانہ کے حالات ہمارے سامنے آتے ہیں، بظاہر اس کی کوئی زیادہ حیثیت نہیں تھی، اس نے شروع میں کچھ اصلاحی کام کیے تھے، جن سے مسلمان متاثر بھی ہوئے تھے، لیکن بظاہر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ باقاعدہ ایک پلاننگ تھی، اور اس کو تیار کیا جارہا تھا تاکہ وہ آگے چل کر مسلمانوں میں ایک نئے فرقہ کا بانی قرار پائے اور اس فرقہ بندی کی ایک ایسی بنیاد پڑ جائے کہ مسلمان اس کی وجہ سے منتشر ہوں، اور جگہ جگہ اس فتنہ کے بیج پڑ جائیں، اس نے یہ کام برطانیہ حکومت کی پشت پناہی میں شروع کیا تھا، انگریزوں نے اس کو کھڑا کیا تھا، اور اس نے اپنی کتابوں میں بعض جگہ صراحت کے ساتھ یہ بات لکھ دی ہے، اس کی کتاب میں یہ جملہ موجود ہے کہ "میں حکومت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہوں" حکومت برطانیہ نے کھڑا کیا، اس کی آبیاری کی ہے تاکہ مسلمانوں کو کمزور کیا جاسکے، اور ان میں انتشار پیدا ہو۔

جب یہاں پر انگریزوں کی حکومت تھی، وائسرائے کو اس نے خط لکھا ہے، اس میں اس نے صراحت سے یہ بات لکھی ہے کہ میں نے

حکومت برطانیہ کی تقویت کے لیے اتنا لٹریچر تیار کیا ہے کہ اس سے کئی الماریاں بھر جائیں، اس کے علاوہ بھی اگر آپ ان کے لٹریچر کو دیکھیں تو کھل کر یہ بات سامنے آجائے گی کہ اس کی جو بنیاد پڑی تھی، حقیقت میں وہ انگریزوں کی ایک سازش تھی، اور باقاعدہ ایک پلاننگ کے تحت اس کو تیار کیا گیا تھا، لیکن شروع میں زیادہ اہمیت نہ دے کر یہ باور کرایا جاتا کہ وہ ایک پاگل انسان ہے جس کا عقل سے کوئی تعلق نہیں، تو شاید یہ فتنہ اتنا زیادہ نہ بڑھتا، لیکن اس کو ایک فلسفہ کی شکل دے دی گئی، پھر اس کی ضرورت پڑی کہ علمی انداز سے اس کا تعاقب کیا جائے ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اس کو علم کہنا ہی مشکل ہے، اس کے لٹریچر کا اگر مطالعہ کیا جائے، تو جہالت کا پلندہ معلوم ہوتا ہے، جس کو وہ وحی کہتا تھا ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو پڑھ کر سوائے ہنسی اور ٹھٹے کے کچھ نہیں، لیکن وہ چیزیں کچھ دب کر رہ گئیں اور کچھ دبا دی گئیں، اور یہ کام مستقل ہو رہا ہے کہ جو لٹریچر ہے شائع ہوتا ہے اس کے نئے ایڈیشنوں میں تبدیلی کر دی جاتی ہے، ہمارے علماء کی کتابوں میں جو حوالے ملتے ہیں، وہ زیادہ تر قدیم ایڈیشنوں کے ہیں، نئے ایڈیشنوں میں بعض مرتبہ وہ بات موجود نہیں، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ قادیانی پرانے ایڈیشن غائب کر دیتے ہیں، آپ کو جب بھی حوالہ ملانا ہو تو کتاب میں جس ایڈیشن کا حوالہ ہے اس

ایڈیشن سے ملایئے تو آپ کو بالکل وہی حوالہ مل جائے گا۔

غلام احمد قادیانی کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو وہ ایک بہت ہی اوباش یا بے وقوف قسم کا انسان نظر آتا ہے، جس کے واقعات سن کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایسا فرقہ بن گیا جس کو پورا فلسفہ حاصل ہو گیا، پوری دنیا میں اس کا لٹریچر تقسیم کیا جانے لگا، ایک بڑی تعداد نے اس کو قبول کر لیا، اس کے حامی بن گئے، اس کے داعی بن گئے، اس کی بظاہر ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ حکیم نورالدین جیسا ایک عالی دماغ انسان اس کو ہاتھ آیا، جو بڑا فلسفی اور عقل مند تھا، اس کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا، یہ واقعہ لکھا ہے کہ جب وہ بھوپال کے پاس سے پڑھ کر نکلا تو مولانا عبدالقیوم صاحبؒ جو اس کے استاد تھے، وہ اپنے وقت کے عالم ربانی ہیں، انہوں نے ایک عجیب وغریب بات اس سے کہی، انہوں نے کہا کہ ایک بات یاد رکھو تم جا رہے ہو سب کچھ کرنا مگر خدا اور رسول نہ بننا، مجھے بو آتی ہے تمہارے اندر سے کہ تم کہیں خدائی یا نبوت کا دعویٰ نہ کر دو، مولانا نے اس کی صراحت کی کہ خدائی کا دعویٰ کرنے کا مطلب ہے کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں جو چاہوں گا وہ کر لوں گا، فعال لما یرید صرف اللہ کی ذات ہے، یہ کام اللہ کا ہے کہ وہ جو چاہے کرے، اور نبوت کا دعویٰ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بات کو آخری نہ سمجھنا، یہ صرف نبی کا مقام ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

و فرمان حتمی ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، باقی دنیا کا کوئی بھی انسان ہو اس سے غلطی ہو سکتی ہے، کشمیر میں اس کی ملاقات ہوئی غلام احمد قادیانی سے اور اس سے دوستی ہو گئی، دونوں نے مل کر ایک ایسا فلسفہ بنایا کہ جس کے نتیجہ میں ایک لٹریچر تیار ہوا اور اس نے ایک اثر ڈالا سادہ لوح مسلمانوں پر اور ان لوگوں پر جو انگریزوں کے دور میں یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے اندر اعتماد پیدا ہو، ان کے اندر دین کے سلسلہ میں ترقی ہو، اس کا جو ابتدائی لٹریچر ہے اس میں اس طرح کی باتیں تھیں جس کی وجہ سے مسلمان متاثر ہوئے، لیکن بعد میں آہستہ آہستہ اس کے دعاوی آگے بڑھتے چلے گئے، پہلے اس نے مصلح ہونے کا دعوی کیا، پھر مجدد ہونے کا دعوی کیا اور اس کے بعد مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا اور اخیر میں اس نے نبی ہونے کا دعوی کیا، اس کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے، اس نے یہاں تک لکھ دیا کہ میں محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں، بعض کتابوں میں آتا ہے کہ میں ظلی نبی ہوں، میں بروزی نبی ہوں، خدا جانے کیا کیا لکھا ہے، اخیر میں یہاں تک لکھا ہے کہ میں محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں، اس کی کتابیں دیکھی جائیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جگہ جگہ تضاد ہے، آج ایک بات ہے کل دوسری بات ہے، لیکن وہ نگاہوں پر ایسے پردے ڈال دیتے ہیں اور آنکھوں میں ایسی دھول

جھونک دیتے ہیں کہ پڑھنے والا اس کو سمجھ نہیں پاتا۔

آج ان کا جو مشن چل رہا ہے وہ اس طرح چل رہا ہے کہ ایسے علاقوں میں جہاں مسلمان غافل ہیں، جہاں تعلیم نہیں ہے، جہاں مسلمان غربت کی حالت میں ہیں، ان کے وہاں مدارس واسکول نہیں ہیں، وہ کچھ نہیں کر سکتے، وہاں وہ جو جاتے ہیں اور لالچ دیتے ہیں کہ ہم اسکول قائم کریں گے، ہم مدرسہ قائم کریں گے، ہم آپ کو پیسے بھی دیں گے، ہم آپ کی ضرورتیں بھی پوری کریں گے، اور اس کے بعد وہ ہر طرح کے لالچ دے کر اپنے قدم جماتے ہیں، آہستہ آہستہ ان کے ذہنوں کو بنا کر قادیان لے جاتے ہیں، وہاں ان کے ذہنوں کو اور زیادہ تیار کرتے ہیں، ورنہ اگر آپ جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ جہاں یہ لوگ جاتے ہیں وہاں کے لوگوں کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ قادیانی کیا بلا ہے، ابتداء میں وہ تعارف یوں کراتے ہیں کہ فلاں جگہ ایک بزرگ ہیں، اللہ والے ہیں، آپ وہاں جائیں گے وہاں آپ کا کام بنے گا، تو اس طرح قادیان لے جاتے ہیں، بہت سے لوگوں کو اس وقت بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ کہاں جارہے ہیں۔

اتفاقاً مجھے ایک مرتبہ تین دن امرتسر رہنا پڑا، ایک خیال دل میں یہ آیا کہ قادیان میں جا کر دیکھوں کہ وہاں کیا ہوتا ہے، وہاں کی کیا حقیقت ہے، میں قادیان گیا اور پورے قادیان کا جائزہ لیا، وہاں جا کر مجھے بہت

خوشی ہوئی کہ جس طرح وہ باور کراتے ہیں کہ دنیا میں قادیانی بڑھتے چلے جارہے ہیں، اتنے ہزار اور اتنے لاکھ قادیانی ہوگئے اور فلاں پورا قبیلہ یا پورا گاؤں قادیانی ہوگیا، یہ زیادہ تر ڈھونگ ہے، میں نے وہاں جاکر دیکھا تو کم لوگ نظر آئے، بعض اپنے لوگ بھی کام کرنے والے نظر آئے جنہوں نے بتایا کہ قادیانی مجھے پہچانتے نہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی قادیانی ہیں، لیکن ہمارا کام یہ ہے کہ جب باہر سے لوگ آتے ہیں تو ہم ان کو سمجھا دیتے ہیں اور راتوں رات ان کو روانہ کردیتے ہیں، عرصہ سے ان کا مرکز لندن میں ہے، اور اپنے سرپرستوں کے درمیان رہ کر وہ پوری دنیا میں مسلمانوں کو گمراہ کررہے ہیں۔

ہم مسلمانوں کا رسالت کا جو عقیدہ ہے وہ جزو لاینفک ہے، اس کو الگ نہیں کیا جاسکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں، اب کوئی نبی اور رسول آنے والا نہیں، کسی پر وحی نہیں آئے گی کہ وہ جو چاہے کہے اور اس کا کہا ہوا شریعت ہو، اور نہ کسی پر ایسا الہام ہوگا کہ وہ شریعت کے خلاف بات کہہ دے، نہ کوئی ایسا بزرگ جس کو ظاہری طور پر بزرگ سمجھتے ہیں، اللہ والا سمجھتے ہیں، وہ کوئی ایسی بات کہہ دے کہ اس پر اللہ کی وحی آرہی ہے، اب نماز معاف ہوگئی، روزہ معاف ہوگیا، جو شریعت کے احکامات ہیں وہ معاف ہوگئے، اور ایک معمولی سے معمولی دین و شریعت

کا نقطہ اگر کوئی بڑے سے بڑا بزرگ یہ کہہ دے جو ہواؤں پر اڑتا ہو، سمندروں پر چلتا ہو کہ میں اس کو معاف کرتا ہوں تو آپ کان کھول کر سن لیں کہ وہ ضال ومضل ہے، شریعت محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام مکمل ہو چکی، اس کا ایک ایک نکتہ، اس کا ایک ایک حرف قیامت تک کے لیے ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا، قرآن وحدیث میں جو کچھ ہے وہ آخری وحتمی ہے، کوئی بڑے سے بڑا بزرگ دیکھنے میں جبہ ودستار والا ہو، اس کی کرامتوں کا ظہور ہوتا ہو، وہ کچھ بھی کرتا ہو، وہ آپ کو لے جا کر آسمانوں میں پہنچا دے، وہ یہ دعوی کرتا ہو کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دیتا ہے، لیکن آپ یاد رکھیں کہ یہ شیطانی وساوس ہیں، اس کی شکلیں ہیں جو سامنے آتی ہیں، میرے سامنے بعض لوگوں نے واقعات بیان کیے اور ایک واقعہ میں بطور مثال عرض کرتا ہوں، اس کو آپ سنیں گے تو آپ کو شاید اس پر یقین نہ آئے لیکن مجھے کہنے والے نے سنایا، صرف ایک واسطہ ہے اور جو کہنے والا ہے وہ سچا ہے۔

واقعہ دہلی کا ہے، بیان کرنے والے نے ایک عجیب وغریب بات بیان کی، وہ کہنے لگے کہ میرا معمول تھا کہ میں ہر جمعرات کو اپنے گھر کو آراستہ کرتا تھا اور میں یہ سمجھتا تھا کہ میں جو میلاد کرتا ہوں اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں، اور میں اپنی نگاہوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھتا تھا، آپ تشریف لائے ہیں، اور آپ کے جلو میں صحابہ ہیں، اولیاء اللہ ہیں، اور یہ سلسلہ ہر جمعرات کو جاری رہتا تھا، تقریباً سال دو سال گذر گئے، میں بڑا خوش تھا کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں عزت والا کون ہوسکتا ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہوں، اور میں اپنی نگاہوں سے مشاہدہ کرتا ہوں، وہ خود کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے خیال ہوا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کوئی نذرانہ پیش نہ کرسکا، میں کیا کروں، میری بساط ہی کیا، میں نے سوچا کہ میں یسین شریف کا نذرانہ پیش کروں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے طہارت کے ساتھ، بڑے ادب کے ساتھ سورہ یسین کی تلاوت شروع کی، عجیب وغریب واقعہ ہے سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے یاسین پڑھی تو دیکھا کہ جو لشکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، جس کو میں سمجھ رہا ہوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں، وہ لشکر ہلنے لگا اور آہستہ آہستہ میں یاسین پڑھتا گیا اور لشکر چھٹتا گیا، اخیر میں میں نے دیکھا تو جس ذات کو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ سال سے سمجھتا رہا اور ہر جمعرات کو دیکھتا رہا، سورہ یسین کے ختم پر اخیر میں میں نے دیکھا کہ ایک عجیب بدہیت ایک مخلوق ہے، اس کی سینگیں لگی ہوئی ہیں، جو سورت مکمل ہونے پر غائب ہوگئی، تب مجھے اندازہ ہوا کہ ڈیڑھ سال سے شیطان مجھے گمراہ کررہا ہے اور میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لاتے ہیں۔

میرے بھائیو! یہ بہت بڑا راستہ ہے گمراہی کا، یہ کہنا کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ خواب میں جو حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے، اگر آپ ﷺ کی شکل مبارک ہے تو وہ خواب برحق ہے، آپ ﷺ کی شکل میں شیطان خواب میں ہرگز نہیں آسکتا، لیکن یہ ہزار بار ممکن ہے کہ اس طرح عالم بیداری میں کسی کے بارے میں شیطان یہ کہہ دے کہ یہ حضور ﷺ ہیں، اس لیے کان کھول کر اس بات کو سن لیجیے کہ جو شریعت ہے وہ آخری شریعت ہے، اور اس جس طرح حضور ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت آخری شریعت ہے، اس میں کسی کو تبدیلی کرنے کا کوئی حق نہیں، ایک نکتہ یا ایک حرف کا بھی حق نہیں، اگر کوئی کرتا ہے تو وہ کھلا ہوا گمراہ ہے۔

غلام احمد قادیانی کا واقعہ اگر آپ دیکھیں تو اس کا قصہ یہی ہے کہ شروع میں وہ ایک مصلح تھا، دعوت کا کام کرنے والا انسان نظر آتا ہے، ہمارے بعض بڑے علماء نے خاص طور پر حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ جو اپنے وقت کے شیخ المشائخ ہیں، انہوں نے یہ بات لکھی ہے کہ میں حکیم نور الدین سے ملا ہوں، اس کا عجیب حال تھا کہ وہ "لا الہ الا انت سبحانك انی كنت من الظالمین" اس درد کے ساتھ پڑھتا تھا

کہ لگتا تھا کہ دل نکل کر باہر آجائے گا، یہ حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ جیسے شیخ نے بات لکھی ہے کہ اگر میں نے حضرت شاہ عبد الرحیم صاحبؒ کو نہ دیکھا ہوتا تو شاید میں گمراہ ہو جاتا، اس سے ایک حقیقت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ کسی کا ظاہری طور پر مؤثر ہونا، اثر ڈالنا یہ اس کے حق کی دلیل نہیں ہے، حق کی دلیل کتاب وسنت ہے، قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، حق کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ہیں، اس سے ذرا بھی ہٹنا، سر مو انحراف کرنا گمراہی ہے، غلام احمد قادیانی کا قصہ آہستہ آہستہ کہاں پہنچا اور آج پوری دنیا میں اس کا فتنہ جگہ جگہ نظر آرہا ہے، بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ آج حجاز مقدس میں اس کا فتنہ شروع ہوا، بہت سے لوگ ہیں جو خطرہ میں پڑ گئے ہیں، بہت سے وہ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں، بلکہ اکثریت ایسوں ہی کی ہے، اس لیے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس فتنہ کو بے نقاب کریں، واضح کردیں کہ یہ فتنہ گر ہے، اسلام اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ کرنے والا، ان کی صفوں میں دراڑیں پیدا کرنے والا ہے، ان میں گمراہی ڈالنے والا ہے، اور باطل طاقتوں کا آلہ کار ہے، اگر اس کو بے نقاب نہ کیا گیا تو ظاہر ہے کہ ان کے پاس اسباب ووسائل ہیں، اور ان وسائل کو استعمال کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں، میں بعض علاقوں میں گیا ہوں، مجھے وہاں سابقہ پڑا

کہ وہ کیا کرتے ہیں، وہ کسی گاؤں میں گئے وہاں دس مسلمانوں کے گھر ہیں، اور طے کرلیا کہ آپ ایک جھونپڑی ہمیں دے دیجئے ہم آپ کو پانچ ہزار روپیہ مہینہ میں کرایہ دیں گے، کون بے بے وقوف ہوگا جو اس پر راضی نہ ہوگا، انہوں نے جھونپڑی دے دی، اب پانچ ہزار روپیہ کرایہ مل رہا ہے، بچوں کو پڑھا رہے ہیں، آہستہ آہستہ سب کو تیار کرلیا، کسی موقع پر قادیان لے گئے اور قادیانی بنادیا، وہ سادہ لوح مسلمان کچھ جانتے نہیں کہ قادیانیت کیا بلا ہے۔

میرے بھائیو! واقعہ یہ ہے کہ یہ نبوت محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے خلاف سب سے بڑی بغاوت ہے، اب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کی حقیقت کو واضح کردیں، غلام احمد قادیانی کے متعلق ایک بات یہ سمجھ لیں کہ وہ ایک بے وقوف انسان تھا، وہ چاہے ظاہری طور پر کتنا ہی عقل مند نظر آتا ہو، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ بے وقوف انسان تھا، اس کے واقعات موجود ہیں، ایک جیب میں وہ گڑ رکھتا تھا اور ایک جیب میں ڈھیلے رکھتا تھا پیشاب کے لیے، گڑ کا شوقین تھا، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ گڑ کے شوق میں مٹی نکال کر چبانے لگتا تھا، استنجاء کے وقت تمیز نہ تھی تو گڑ سے استنجاء کرنا شروع کردیتا تھا، خدا جانے کیا کیا ہفوات ہیں جو خود ان کی کتابوں کے اندر موجود ہیں، اور میں کیا عرض کروں، ان کے یہاں بے حیائی کی تو انتہاء

ہے، وہ لوگ زنا کاری میں اس حد تک آگے بڑھے ہیں، خاص طور پر جو اس کے جانشین کہلاتے ہیں، ان کے واقعات پڑھ کر شرم سے نگاہیں جھک جائیں، شریف مجلسوں میں ان کو بیان نہیں کیا جا سکتا، لیکن جب آنکھوں پر پردے پڑ جائیں تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا، "من یضلله فلا هادی له" جس کو اللہ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اس لیے ہمیں خود اپنے بارے میں بھی غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ہدایت وصراط مستقیم پر قائم رکھے، گمراہی سے بچائے، اس لیے کہ جب آدمی برائی پر جاتا ہے تو پھر اسی طرح اس کا ذہن کام کرتا ہے، وہ اسی طرح تاویلیں کرتا ہے، تو اس کے جو واقعات ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی بھی عقل مند انسان ہوگا تو اس کو قبول ہی نہیں کرے گا، لیکن جو سادہ لوح مسلمان ہیں، ان کے سامنے وہ باتیں نہیں رکھی جاتیں، جب وہ کام کرتے ہیں تو سیدھی سیدھی بات کرتے ہیں، ہم آپ کو کلمہ پڑھائیں گے، قرآن مجید کی تعلیم دیں گے، یسرنا القرآن پڑھائیں گے، آگے کیا کریں گے یہ کچھ نہیں بتاتے، حد یہ ہوتی ہے کہ آہستہ آہستہ ایمان سلب ہو جاتا ہے، اس لیے اس حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے، مرزا غلام احمد قادیانی کی ذات کو سمجھنے کی ضرورت ہے، اس کے جو خلفاء ہیں وہ کیسے بدکردار لوگ ہیں، ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں، آپ کو معلوم ہی ہے کہ اس کی موت کس حال میں

ہوئی، اس کی پیشین گوئیوں کا کس طرح جنازہ نکلا، یہ محمدی بیگم سے شادی کرنے کا جو تماشہ اس نے رچا تھا، جس سے اس کو عشق ہو گیا تھا، اور اس نے طے کیا کہ ہمیں شادی کرنی ہے لیکن اللہ کا فیصلہ تھا اس لیے شادی نہ ہوئی تو کہنے لگا کہ اگر شادی نہ ہوئی تو اتنے دنوں میں یہ مر جائے گی، لیکن نہ وہ مری نہ اس کا باپ مرا، نہ اس کی ماں مری، وہ خود مر گیا، اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سے کہا اس نے کہ اگر میں حق پر ہوں آپ باطل پر ہیں تو آپ چالیس دن کے اندر مر جائیں گے، اور اگر میں باطل پر ہوں اور آپ حق پر ہیں تو میں مر جاؤں گا، اللہ کا کرنا کہ غلام احمد قادیانی مر گیا، اور مولانا ثناء اللہ صاحب اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر جو حق ہے اور آپ کی محبت جو ہر ایمان والے کے دل میں ہونا چاہیے اس کا تقاضہ ہے کہ ہم اپنے ایک ایک عمل و کردار سے آپ کے طریقے اور سنتوں کے داعی بن جائیں، آپ کی شریعت کے ترجمان بن جائیں، واقعہ یہ ہے کہ جو فتنے پید اہوتے ہیں، جو حالات بگڑتے ہیں، جس طرح کے حالات مختلف علاقوں میں پیدا ہو رہے ہیں، وہ حالات ہمارے پیدا کئے ہوئے ہیں، جو باطل طاقتیں ہیں ٹھیک ہے وہ اپنا کام کر رہی ہیں، لیکن آخر کیا وجہ ہے کہ ہم مسلمان ہوتے ہوئے، ہمارے دل میں ایمان ہے، ہمارے دل

میں اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ہے، اس کے باوجود ہمارے اندر وہ احساس پیدا نہیں ہوتا، ہمارے کردار میں تبدیلی پیدا نہیں ہوتی، ہم اپنے کردار و عمل سے وہ نمونہ پیش نہیں کرتے جو ایک مسلمان کو پیش کرنا چاہیے، ہمارے گھریلو حالات، بازار کے حالات، ہمارے لین دین، ہمارے معاملات، ہماری شادی بیاہ، ہماری زندگی کی جو مختلف شکلیں ہیں اگر ہم اس میں اللہ کے رسول ﷺ کی شریعت اور آپ کی سنت کی بھرپور ترجمانی کرنے لگ جائیں، تو میں صاف کہتا ہوں کہ حالات بدلیں گے، جو غفلت پیدا ہوگئی ہے وہ غفلت دور ہوگی، ہم دین کے پورے ترجمان بن جائیں گے، ہماری ذات ان شاء اللہ ایک نمونہ ہوگی۔ اس وقت تمام باطل طاقتیں اپنے کاموں میں لگی ہوئی ہیں، مگر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے پاس جو سب سے بڑی نعمت تھی، اگر ہم اس کو عام کرتے تو یاد رکھیے آج شاید حالات کچھ اور ہوتے، آج یہ محنت نہ کرنا پڑتی، لیکن اگر اب بھی اپنے کردار و عمل سے کوشش کرلی گئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد ہوگی، اور ہم حضور ﷺ کی محبت کا حق ادا کرنے والوں کے راستہ میں کسی نہ کسی درجہ میں شامل ہوجائیں گے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين